سورۃ الحشر
کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ۴ھ میں غزوہ احد اور بیر معونہ کے بعد ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنی کلاب کے دو اشخاص کا قتل ہو گیا۔ یہ قبیلہ چونکہ بنی نضیر کا حلیف تھا (بنو نضیر یہود کے تین قبائل میں سے ایک تھا)۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ ان دونوں کی دیت (خون بہا کی رقم) سے متعلق گفتگو کرنے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضیٰ سمیت کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھا دیا۔ بعد ازین یہ سازش تیار کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا کر آپ کو قتل کر دیا جائے۔ اس منصوبہ کی بذریعہ وحی اطلاع ملتے ہی آپ وہاں سے فوراً خاموشی سے چلے آئے، آپ کے جانے کی اطلاع پا کر صحابہ کرام بھی چلے آئے، آپ نے ان کو بنی نضیر کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنو نضیر کو دس دن کے اندر مضافات مدینہ خالی کرنے کا حکم دے دیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ اس مدت کے بعد تم میں سے جو شخص علاقہ میں پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ جانے پر آمادہ تھے، لیکن حزب منافقین کے سربراہ عبداللہ بن ابی نے یقین دہانی کرائی کہ اس کی جماعت کے دو ہزار ارکان امداد کے لئے تیار ہیں۔ حتیٰ کہ قلعہ بند ہونے کی صورت میں قلعہ کے اندر ایک ساتھ مرنے پر بھی کمر بستہ ہیں۔ اس کے علاوہ بنو قریظہ کا گروپ اور بنو غطفان کا گروہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لہٰذا نبوی حکم کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر بنو نضیر نے مضافات مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

اس ہٹ دھرمی کے جواب میں آپ ﷺ نے ان پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو فوج کا عَلم دیا۔ چنانچہ بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور منافقین، بنو قریظہ اور بنو غطفان میں سے کسی نے بنو نضیر کا ساتھ نہ دیا۔ بالآخر بنو نضیر نے اپنے مضافات اور قلعہ چھوڑ کر باہر جانے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ رسول اکرم ﷺ نے اجازت دی کہ آلات حرب کے سوا اونٹ پر جس قدر

اسباب لادا جاسکے، اس کو معہ اہل و عیال لے کر علاقہ خالی کر دیں۔ چنانچہ یہ لوگ خیبر منتقل ہوگئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ سورہ حشر، سورۃ بنی النضیر ہے۔ (ماخوذ از، اصح السیر)

موضوع

سورۃ المجادلہ میں حزب اللہ کی جس تشکیل کا ذکر آیا ہے وہ منافقین کی سازشوں کی روک تھام کے لئے ہے۔ اب اس کے ساتھ حربی قوت کا نظام بھی ملا دیجئے تو یہی حزب اللہ سیاسی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ہی حربی حریفوں کا مقابلہ بھی کرے گا۔ سورۃ الحشر میں حزب اللہ کی اس جدید توسیع کا ذکر ہے۔

حزب کا سیاسی ارتقاء

جب ایک حزب ایک خاص نظریئے پر قائم ہو جاتا ہے، وہ اندرونی مزاحمتوں کو بھی دور کرتا ہے اور بیرونی حملوں کو برداشت کر کے ان کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کے حزب کے مرتب ہوتے ہی اس کا اپنے مخالف نظریات کے احزاب کے ساتھ اعلان جنگ ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں صرف اپنی ہستی اور اپنے ساتھیوں کی ہستی برداشت کرتا ہے، مثلاً جو حزب اس حزب کی قیادت کو تسلیم کرلے، اسے تو وہ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے، مگر کسی خود مختار مخالف حزب کی ہستی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے مخالف احزاب کی مخالفت کرنا اس کا فرض ہو جاتا ہے۔ ان مخالف احزاب کے خلاف اعلان جنگ کرنا اس کی طبعی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لڑائی کا موقعہ ملے یا نہ ملے۔ سیاسی احزاب کے ارتقاء کا یہ فلسفہ ہے۔

حزب اللہ کی تاسیس مکہ معظّمہ میں

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حزب، مکہ معظّمہ میں پیدا ہوا، وہاں وہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ چند آدمیوں سے زیادہ اس کے ماننے والے نہ تھے، بایں ہمہ ایک دنیا ان کے نام سے کانپ رہی تھی۔ چنانچہ اس حزب کو فنا کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیم ﷺ کی متابعت میں حنیفی دین کو قائم کرنے کا دعویٰ کرتا تھا اور کسی مخالف قوت کو نہیں مانتا تھا، خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ تھی۔ یہ حزب مکہ معظّمہ میں رہتے ہوئے اپنا نظام مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے فی الحال طرح دیتا جاتا تھا۔ جس نے مخالفت کی یا ضد، اس سے ہٹ گئے یہ ان کی سیاسی پالیسی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ ان کے نزدیک لڑنا جائز نہ تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ لوگوں نے خواہش کی

کہ لڑنے کی اجازت مل جائے۔ مگر قرآن نے اس وقت یہی حکم دیا کہ "كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ" (۴:۷۷) (اپنے ہاتھ روک کر رکھو) اس سے بھی واضح سند یہ ہے کہ سورۃ کافرون مکی سورت ہے اور وہ تمام دنیا کی مخالفین کے لئے الٹی میٹم ہے کہ، "تم سے صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔ جو لوگ دین کے اندر، "سیاست کیسے ترقی کرتی ہے" کے سیاسی اصول پر مطالعہ نہیں کرتے بلکہ سب چیزوں کو اخلاقی نقطہ نگاہ سے حل کرنا چاہتے ہیں وہ محمد رسول ﷺ کی زندگی اور قرآن حکیم کی تعلیم کو منظّم طور پر کبھی بھی سمجھ نہیں سکتے۔

حزب اللہ مدینہ منورہ میں

حزب اللہ جس کی بنیاد مکہ معظّمہ میں رکھی گئی تھی، اب اپنا مرکز بدل کر مدینہ منورہ میں جمع ہوتا ہے۔ وہ یہاں نسبتاً آزاد ہے۔ یہاں کمزور طاقتوں نے حزب اللہ کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔ سورۃ مجادلہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی کہ ان مخالفین کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا تو یہ اس نئی سوسائٹی کو کھا جائیں گے۔ اس پر مسلمان سنبھلے اور منافقین ڈر گئے۔

منافقین سے مقابلہ

منافقین جس طاقت کے بل بوتے پر باتیں بناتے تھے، وہ یہود کی طاقت تھی جن کے قریے پاس ہی تھے۔ ادھر حجاز کی تمام سرمایہ داری یہود کے قبضے میں تھی۔ اور جاہلیت میں قریش بھی تاجر ہونے کی حیثیت میں سرمایہ داری سے کسی قدر اُنس پیدا کرچکے تھے۔ اس لئے یہود اور قریش ہم پیشگی کی وجہ سے آپس میں ملتے رہتے تھے۔ اب ان لوگوں نے ادھر تو مدینہ میں مسلمانوں کے گھروں میں فساد ڈلوانے کے لئے خفیہ سازشیں شروع کردیں اور ادھر کسریٰ اور قیصر تک اپنے پیام پہنچانے شروع کردیئے۔ اب اس سیاسی پارٹی کا جو اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہو ایسی حالت میں صبر سے بیٹھے رہنا جائز نہ تھا۔ اگر مخالفین حملہ نہیں کرتے تو یہ سیاسی حزب حملہ کرے گا۔ یہ ہے وہ حملہ جسے "لِاَوَّلِ الْحَشْرِ" (۵۹:۲) کہا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ پہلا اقدامی حملہ تھا۔ اس سے پہلے جتنی جنگیں تھیں وہ سب مدافعانہ تھیں۔ بعض لوگوں نے صرف ان مدافعانہ جنگوں سے قاعدہ بنالیا کہ حزب اللہ کا کام صرف مدافعانہ جنگ کرنا ہے۔ یہ لوگ ان اقدامی جنگوں کو بھی دیکھیں جو پیغمبر ﷺ اور آپ کے خلفاء نے کیں (غزوہ بنی نضیر اس قسم کی اقدامی جنگوں کی پہلی مثال ہے)۔

کیا اسلامی جنگ مدافعانہ ہے؟

مسلمانوں میں قدیم سے ایسی جماعتیں چلی آتی ہیں جو اسلام کا نام تو لیتی ہیں مگر اس کی سیاست نہیں سمجھتیں۔ ایسی جماعتوں کے لوگ اسلام کی تعلیم کو فقط اخلاقیات میں منحصر کر دیتے ہیں اور سیاسی تقدم کو ایسی شرطوں کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں جن کا تحقق ناممکن ہے، اسی طرح وہ قوم کو مار دیتے ہیں۔ اس قسم کی جماعتیں جہاں کہیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں انہوں نے فائدے کی بہ نسبت نقصان زیادہ پہنچایا۔

برصغیر میں انگریزی غلبے کے بعد مسلمانوں میں دو تحریکیں چلائی گئیں۔

بعض نے قرآنی حکمت کو سمجھتے ہوئے اس خیال کی تائید کی کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعانہ رہی ہیں۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اسلام نے کبھی حملہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مدافعت ہی کی ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی آیت "هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝۳۳" (۹: ۳۳) سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی صورت میں انقلابی ذہنیت والے استاد ہر طبقے میں موجود رہے۔ مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن میں قرآن اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کا انقلابی تخیل پایا گیا۔

اسلام اور جنگ:

الغرض انقلابی جماعت دیکھے گی کہ وہ مخالفوں کا مقابلہ کر سکتی ہے تو وہ اقدامی حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی۔ اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا کہ حملہ کرنے میں پیش قدمی کرنا یا مدافعت پر اکتفا کرنا یہ دوسرے درجے کی چیز ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا قائدِ لشکر کا کام ہے۔ یہ اصولی بحث نہیں ہے۔ کمانڈر اپنی فوج کی حالت کے مطابق مدافعت ہی کو کافی سمجھے گا تو فقط مدافعت ہی کرے گا، اور اگر حملہ کرنا ضروری خیال کرے گا تو حملہ کرنے میں پیش قدمی کرے گا۔

دنیا میں مذہبی پروگرام دو طریقوں پر چل رہے ہیں۔ بعض مذاہب وہ ہیں جو لڑنا اور حملہ کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں سمجھتے جیسے بدھ دھرم والے جو اصولاً اہنسا کے قائل ہیں اور جنگ کو کسی شکل میں بھی جائز نہیں سمجھتے۔

دوسرے وہ مذاہب ہیں جن کے نزدیک حسبِ ضرورت لڑنا جائز ہے۔

پس اصولی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے نزدیک جنگ جائز ہے یا نہیں۔ اس معیار کے مطابق قرآن حکیم جنگ کو بالکل جائز رکھتا ہے۔ قرآن حکیم ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کا زبردست حامی ہے۔ قرآن فقط انقلابیوں کی چیز ہے جو مناسب موقع پر اپنے انقلاب کی کامیابی کے لئے لڑنا جائز سمجھتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الحشر

۱۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①

(جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔)

سورۃ مجادلہ کے ساتھ ربط

سورۃ مجادلہ میں مسلمانوں کو حزب اللہ کی تنظیم جدید کی جو دعوت دی گئی تھی اور جس کی توسیع کی طرف اس سورۃ (الحشر) میں ان کی توجہ دلائی گئی ہے، وہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ اس کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمان کا نظام اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ اپنے کام پورے غلبے اور حکمت کے ساتھ چلا رہا ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو حزب اللہ کی توسیع کے ذریعے سے غلبہ (عزت) دینا چاہتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ

(وہی ہے جس نے ان کو جو اہل کتاب میں سے منکر ہیں، لشکر کے پہلے ہی اجتماع پر ان کے گھروں سے نکال دیا تم خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے پھر اللہ نے ان کو آن لیا جہاں سے انہیں خیال نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں اجاڑنے لگے!)

یہود کی شکست اور اپنے ہاتھوں تخریب

خدا کا عزیز اور حکیم ہونا یوں ظاہر ہوتا ہے کہ حزب اللہ کے قیام کے بعد پہلے ہی اجتماع عسکری اور اقدامی حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے فضل سے یہود کو اپنے گھروں سے نکل جانا پڑا۔ مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہودی نکلیں

گے نہیں اور خود یہودی بھی اپنے قلعہ نما مکانوں میں اپنے آپ کو محفوظ اور مستحکم سمجھتے تھے۔ مگر اللہ نے مسلمانوں کی دھاک ان کے دلوں میں بٹھادی اور یہود نے خود ہی اپنے مکانوں کو گرانا شروع کردیا اور اس تخریب .... Scorched earth policy میں وہ حکمت الٰہی کام کرتی تھی جو مسلمانوں کو عزت اور یہودیوں کو ذلت دینا چاہتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی ان یہودیوں کو برباد کیا اور ان کے قلعوں کے توڑنے پھوڑنے میں کمی نہ کی۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ۝ (اے آنکھوں والو! اس سے عبرت حاصل کرو!)

مسلمانوں کے لئے عبرت

یعنی مسلمانوں میں ایسی (سست اور ڈرپوک) جماعت کبھی پیدا نہ ہونے دی جائے۔ یہودی تورات پر ایمان رکھتے تھے، اور مسلمان قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن حکیم اور تورات حقیقت میں ایک ہی چیز ہے۔ جب تورات کے ماننے والوں نے اپنے آپ کو تورات سے بعید کرلیا، تو ان کا یہ حال ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنے گھر بار برباد کرنے پر مجبور ہوگئے۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ وہ دنیا میں انقلابی کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں اور خدا نے انہیں کامیاب ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ اگر وہ اس انقلاب سے پیچھے ہٹیں گے تو دوسری قومیں ان سے ضرور انتقام لیں گی۔ پس ایسی حالت کبھی پیدا ہی نہ ہونے دی جائے۔

۳۔ وَلَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۤءَ لَعَذَّبَهُمْ فِى الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ۝

(اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ ان کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کیلئے آگ کا عذاب ہے۔)

یہود کی جلاوطنی

تورات میں یہود کو بتایا گیا تھا کہ اگر تم نے تورات کے احکام کی خلاف ورزی پر ضد کی تو تم سے حکومت چھین لی جائے گی۔ اور پھر یا تو تم جلاوطن کردیئے جاؤ گے یا قتل کردیئے جاؤ گے۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کا مستحق ہونا ضروری ہے۔

بنی نضیر کو، تورات کی دو سزاؤں میں سے ہلکی سزا دی گئی۔ پس اب آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ "اگر اللہ نے انہیں جلاوطن کرنا نہ لکھ دیا ہوتا"۔

اکثر تفاسیر پڑھنے والے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ حکم جلاوطنی خاص طور پر ان یہودیوں کے لئے تھا۔ مگر ہم

یوں سمجھتے ہیں کہ تورات میں دو سزاؤں میں سے ایک کا ملنا محق ہے یعنی جلاوطنی یا قتل۔ اس لئے آیت کا ترجمہ یوں کریں گے کہ "اگر ان یہود کو تورات کی خلاف ورزی کی پاداش میں سزا دینے میں جلاوطنی داخل نہ ہوتی تو قتل کردیئے جاتے، مگر چونکہ قتل کی متبادل سزا جلاوطنی بھی تھی اس لئے ان کو جلاوطنی ہی کی سزا دی گئی جو دونوں میں سے نرم سزا تھی۔" مسلمانوں کی حالت کے اس وقت یہ مناسب سزا تھی جو وہ دے سکتے تھے۔

دنیاوی عذاب

اگر یہود اپنے شقاق کے بعد مدینے میں رہتے تو ضرور قتل کردیئے جاتے.... "لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا" اب مسلمانوں کے تمکن کے بعد ان کا مدینے میں رہنا دشوار تھا۔ انقلاب کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ مخالف فکر کو برداشت نہیں کرتا جیسا کہ آپ نے فرمایا: "اخرجوا الیہود و النصارىٰ من جزیرۃ العرب" (جزیرہ عرب سے یہود و نصاری کو نکال دو) سے مراد جہاد علی سبیل الوجوب ہے اور باقی عرب سدا الذریعہ ہے۔

۴۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

(یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے اور جو کوئی اللہ کا مخالف ہوا تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔)

جلاوطنی کیوں؟

ان کو یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے نہ صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی بلکہ تورات کے احکام کی خلاف ورزی بھی کی۔ جو لوگ خدا کے احکام کی نافرمانی کریں ان کو خدا تعالیٰ سخت سزا دیا کرتا ہے۔

۵۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(جو کھجور کا درخت تم نے کاٹ ڈالا یا اپنی جڑ پر کھڑا رہنے دیا تو وہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس لئے کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔)

میدان جنگ میں صحیح فیصلہ

مسلمانوں نے یہودیوں کے بعض درخت کاٹ ڈالے اور بعض یونہی چھوڑ دیئے۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ کاٹنا ضروری تھا یا چھوڑنا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ دونوں ہی درست ہیں، پس میدان جنگ میں کام کرنے والے لوگ جو فیصلہ بھی کریں صحیح مانا جاتا ہے، اس پر تنقید کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ فوج

کی ایک کمپنی ایک طرف سے حملہ کرتی ہے اور دوسری دوسری طرف سے ان کے کمانڈر اپنی ہی کمپنیوں کو جو حکم دیتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ ان پر یہ بحث کرنا کہ فلاں نے درست حکم دیا اور فلاں نے غلط، یہ اصول جنگ کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے "فَبِاِذْنِ اللّٰهِ" کا یعنی جنگ کا جو قانون اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کو دیا ہے یہ اس کے اندر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو اللہ نے کاٹنے کا حکم دیا اور کسی کو نہ کاٹنے کا۔ اللہ حزب اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے کام کو اللہ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

٦۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٦﴾

(اور جو مال اللہ نے اپنے رسول پر ان (کفار) سے لوٹا دیا تو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے غلبہ دیتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔)

الحشر کا اصل موضوع

یہ آیات نمبر ٦ تا ١٠ اس سورۃ (الحشر) کا مبحث اصلی ہیں۔ سورہ مجادلہ میں صحیح اصول عقلی اور اخلاق فاضلہ کی بنا پر حزب اللہ کے قیام کی توضیح کی گئی تھی، مگر ایسی جماعت اموال و اقتصادیات کے اشتراک کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں حزب اللہ کے فنڈ کی تشریح کی گئی ہے۔ یہود جب خارج البلد ہوئے تو وہ تمام اٹھانے کے قابل چیزیں لے گئے اور اراضی اور چاہات (کنویں) باقی رہ گئے، یہ چونکہ لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے تھے اس لئے ان کو "فے" کا مال قرار دیا گیا۔ ان آیات نمبر (٦ تا ١٠) میں مال فے کی تقسیم کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ مال غنیمت کی تقسیم سورہ الانفال میں کی گئی ہے اور مال فے کی تقسیم اس سورت (الحشر) میں کی گئی ہے۔

فے کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چونکہ تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر یہ مال حاصل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اس رعب میں ان مسلمانوں کا بھی کچھ اثر ہے، جو اس وقت جنگ میں شریک نہیں ہیں، اس لئے اس طرح حاصل شدہ مال فقط سپاہیوں کا حق نہیں ہوگا بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہوگا۔

فے کی اراضی کس کی ہیں؟

اپنے رسولوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ غالب کرتا ہے۔ وہ اس فتح کا معاوضہ اپنی ذات کے لئے نہیں چاہتے کہ اب یہ

زمین ہماری ملکیت ہوگئی، بلکہ اب وہ اس حزب اللہ کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اس حزب اللہ نے اپنے اپنے تھوڑے تھوڑے صدقات سے مالی اساس قائم کی تھی۔ (المجادلہ: ۱۴)

اب خدا نے اپنے فضل سے زمین دے دی۔ یہ زمین اس حزب کے ہاتھ میں رہے گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ حزب اللہ کی ترقی کی رفتار ہے یعنی پہلے حملہ کرنا جائز ہوگا اور نیز فتوحات میں سے اجتماعی فائدہ پہنچا۔ پہلی فتوحات میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کردیا جاتا تھا، اب وہ اجتماعی بن گیا۔

انقلاب کی حقیقت

یہ ہے انقلابی قوت، اس کا نام لڑائی نہیں ہے، اس کا نام انقلاب ہے۔ لڑائی تو لڑائی کے اصولوں پر لڑی جائے گی اور سپاہیوں کو مال غنیمت دیا جائے گا یا تنخواہ دی جائے گی۔ مگر انقلاب میں فقط میدان جنگ میں لڑنے والا حصہ کام نہیں کرتا، بلکہ نہ لڑنے والا حصہ بھی کام کرتا ہے۔ مثلاً وہ پروپیگنڈہ کر کے فوجوں کی مدد کرتا ہے۔ یہ جو مخالفین کے دلوں میں رعب پڑا یہ پروپیگنڈہ کرنے والے حصے کی برکت سمجھنی چاہئے، اسی کی طرف آیت نمبر ۵ میں اشارہ ہے کہ کاٹنا اور نہ کاٹنا دونوں جائز ہیں، کیونکہ لڑنے والا حصہ فوجی ضرورت کے پیش نظر درختوں کو کاٹتا ہے۔ اور نہ لڑنے والا حصہ مستقبل کے استفادے کے پیش نظر نہیں کاٹتا۔

۷) مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ ۷
(جو مال اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے لوٹایا تو وہ اللہ کیلئے، رسول کے لئے، قرابت والوں کے لئے، یتیموں کی لئے، محتاجوں کے لئے اور مسافر کیلئے ہے۔ تاکہ وہ تم میں سے دولت مندوں کے درمیان گردش میں نہ رہے۔ اور جو تم کو رسول دے تو لے لو اور جس سے منع کرے تو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔)

مال فے کے پانچ حصے

مال فے کے مندرجہ ذیل پانچ حصے ہوں گے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ جب تک زندہ رہیں

(۲) رسول اللہ ﷺ کے ذوی القربی بحیثیت رسالۃ

الف (۱) لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

(۲) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ

(ب) وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ

(۳) وَالْيَتٰمٰى

(۴) وَالْمَسٰكِيْنَ

(۵) وَابْنَ السَّبِيْلِ

اللہ کا حصہ تبرکاً ہے۔

اللہ کا حصہ تبرکاً ہے۔ گویا مال فے کسی کا ذاتی اور شخصی حق نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں اللہ ہی کا سب کچھ ہے۔ کیونکہ بادشاہی اللہ کی ہے۔ زمین اللہ کی ہے۔ اس لئے ملکیت بھی اللہ کی ہے۔ پس اللہ کے بندوں کو تغلب دکھانے کا کون سا موقع ہے۔

اس کے بعد مال فے کے عملی طور پر پانچ حصے کیے گئے۔

رسول اللہ کا حصہ، آپ کے بعد کس کا؟

(۱) ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا۔ خاندان نبوی اور جو ذوالقربیٰ ہوئے، وہ اس حصہ میں سے حصہ پائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کا جانشین ان کے حصے کا حقدار ہے یا نہیں؟ سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے اپنے آپ کو اس حصے کا حقدار مقرر نہیں کیا مگر سیدنا حضرت عثمانؓ نے حصے کا مالک قرار دیا۔

ذوی القربیٰ:

(۲) ذَوِی الْقُرْبٰی یعنی وہ لوگ جو امور رسالت میں شریک کار ہیں، اور وہ حضور ﷺ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ انہیں آپ ﷺ کے حصے میں سے ملے گا۔ پس ذوالقربیٰ سے مراد پیغمبر ﷺ کا سٹاف ہے۔ اصل میں رسول اللہ ﷺ کا رشتہ دار وہ ہے جو آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے، جتنا وہ اپنے ماں باپ سے کرتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ہے

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (الحدیث)

پس رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ اپنوں کا سا معاملہ کریں گے اور ان کی حاجات کی کفالت ذوی القربیٰ کی

طرح کریں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فاطمۃ الزہرا نے خادمہ طلب کی تو فرمایا کہ انصار کے یتیموں کو تم سے زیادہ ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پارٹی کی ضرورت

اگر کتاب الٰہی کی اشاعت کو پارٹی پروگرام میں منضبط کرلیا جائے، جیسے ہم سورہ مجادلہ میں حزب اللہ کی تاسیس سے استنباط کرتے ہیں اور انسانی عقلمند جماعتوں کا فیصلہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ کوئی انقلاب پارٹی کی آمریت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا، تو انبیاء کرام کی کامیابی کو ان کی پارٹی کی کامیابی تسلیم کرنا پڑے گا۔ انبیاء کرام اپنی پارٹیوں کے لیڈر ہوتے ہیں اس لئے دنیا غلطی سے رہنما کو ڈکٹیٹر سمجھ لیتی ہے۔ حقیقت میں کوئی نبی اپنے انقلابی رفقاء کی کامیابی کے بغیر کامیاب نہیں ہوا۔ بڑے بڑے اولوالعزم نبی اپنے رفقاء کی کمزوری کے سبب اپنی تعلیمات کے نتائج نہ دیکھ سکے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ بذات خود بڑے اولوالعزم نبی تھے اور ان کی نظیر تاریخ میں بہت کم ملتی ہے، مگر ان کے رفقاء کی کمزوری سے انہیں بے حد تکالیف پیش آئیں اور منازل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲۶ ملاحظہ ہو۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيۡهِمۡ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۚ يَتِيۡهُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ‌ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۲۶﴾

(اللہ نے فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس حرام کی گئی ہے، وہ اس ملک میں سرگرداں پھریں گے۔ سو تو نافرمان قوم پر افسوس نہ کر!)

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر ربط آیات میں تحریر فرمایا: اگر یہ (بنی اسرائیل) ایسے ہی ڈرپوک اور بے حس ہوگئے ہیں، تو ان کو ارض مقدس کی بادشاہی دینے سے کیا نفع ہوگا؟ لٰہذا سزا کے طور پر یہ چالیس سال یہاں جنگل میں پھریں تاکہ بے غیرت اور بے حس بڈھے مرجائیں اور ایک نئی نسل غیور اور حریت پسند پیدا ہو، وہ جاکر اپنے آبائی ملک پر قبضہ جمالے۔

ادھر قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کو "الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ" کی کامیابی پر منحصر کرتا ہے۔

(الف) لٰكِنِ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ ؕ وَاُولٰۤٮِٕكَ لَهُمُ الۡخَيۡرٰتُ‌ وَاُولٰۤٮِٕكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۸۸﴾

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ؕ ذٰ لِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۸۹﴾ (توبہ: ۸۸۔۸۹)

(لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے

نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔)

(ب) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ (سورہ الفتح: ۲۹)

(محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، کفار پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہے۔ یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا۔ پھر موٹی ہو گئی۔ پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ تا کہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کے ذوی القربیٰ کون ہیں؟

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی کامیابی ان کے حزب کی کامیابی ہی ہوتی ہے، اس کے بعد اگر یہ پوچھا جائے کہ رسول ﷺ کے ذوی القربیٰ کون ہیں؟ تو بلا تامل یہی جواب دیا جائے گا کہ "اس ﷺ کی پارٹی کے ممبر" مگر ایک ایسا آدمی جس نے انبیاء کی کامیابی کا اس نقطہ نگاہ سے مطالعہ نہیں کیا۔ کہے گا "رسول اللہ کے شخصی رشتہ دار!" کہا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے نسبی قربیٰ

نبی اکرم کے نسبی رشتہ دار اولاد بنی ہاشم اور پھر اولاد علیؓ اور اولاد عباسؓ ہیں۔ ان کی سیاست کا مخصوص انداز یہی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے طریق پر خلافت قائم کر کے آپ اس کے مرکز میں آنا چاہتے تھے، مگر نبی اکرم ﷺ نے ان کے استحقاق کی ہرگز صراحت نہیں فرمائی۔ بنی امیہ کی خلافت کے زمانہ میں بنی ہاشم حزب مخالف کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ اب انہوں نے جماعت کے ذریعے سے کوشش کی اور کامیاب ہوئے۔ کامیابی کے بعد دو حصے ہو گئے۔ (۱) بنی عباس (۲) علویین

نسبی قربی کسی ترجیحی حق کے مستحق نہیں:

بنی عباس نے مرکزی خلافت پر قبضہ کر لیا اور علویوں نے اطراف مملکت پر، علوی، آیت:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (۴۲: ۲۳)

(کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی محبت کے).... میں 'ذوی القربیٰ' سے اپنی ذات مراد لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اجر یہ ہونا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی حکومت قیامت تک تمام مسلمانوں کے گلے میں پڑی رہے خواہ وہ حکومت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ کی محنت کا اجر یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے اقرباء سے محبت سے پیش آنے لگیں۔)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ (نساء: ۱) میں دیکھیے:

(اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطہ سے آپس میں سوال کرتے ہو اور قرابت والوں کے بارے میں سے خبردار رہو، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔)

شریعت اسلامیہ کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ دعوۃ الی اللہ ہے، اللہ کے احکام کا اتباع ہے اور ان کا انصاف کے ساتھ قیام ہے۔ شریعت الٰہیہ کا دوسرا جزو اعظم جو اس سے متفرع ہوتا ہے صلہ رحمی ہے یعنی اہل حق کے حقوق بے کم وکاست ادا کئے جائیں۔ انسانی فطرت اسی پر مجبور ہے اور قرآن حکیم اس فطرت انسانی ہی کے تقاضے پورا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر یہ فطرت خراب ہو جائے تو انسانیت خراب ہو جاتی ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ میری رسالت کا اجر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم آپس میں صلہ رحمی کرو اور اس باب میں گمراہی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ واضح موجود نہیں ہے کہ مودۃ فی القربیٰ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ مودۃ ہے۔

مودۃ فی القربیٰ کا اصل مفہوم

اس دعوت کی کہ لوگ اپنے اپنے اقربا کے حقوق ادا کریں، یہ حکمت تھی کہ لوگ اس پر مطمئن تھے کہ نبی اکرم ﷺ ہمیں اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں ہمارا ہی نفع ہے۔ پس اہل بیت اور سب مائیں اس دعوت کو سنتی تھیں کیونکہ قطع رحم سے سب سے زیادہ نقصان امہات ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ جب انہوں نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی تبلیغ و سعی اصلاح کا اس کے سوا اور کوئی اجر طلب نہیں کرتے کہ ہماری اولاد ہماری خدمت کرے تو وہ اسلام کی طرف زیادہ مائل ہو جاتی تھیں۔ جو شخص مکہ معظمہ میں اسلام کے پھیلنے کی رفتار کا مطالعہ کرے وہ اس چیز کو

نہایت یقین پائے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ ؕ (سبا: ۴۷)

(کہہ دیجئے میں نے تم سے جو کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تم ہی رکھو)

پس نبی اکرم ﷺ بھی دوسرے انبیاء کی طرح امت سے کوئی مادی یا غیر مادی اجر طلب نہیں کرتے۔ وہ تو ساری عمر یہی فرماتے جاتے ہیں کہ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۚ (سبا:۴۷) ۵۷:۲۵، ۱۲: ۱۰۴، ۱۰: ۲۷، ۱۱: ۵۱) اور یہی سنت انبیاء ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ متقدم فی الاسلام ہونے کی وجہ سے بنو ہاشم عجمیوں سے افضل واولیٰ ہیں، بشرطیکہ ان میں شرائط خلافت پائی جائیں۔

الغرض قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ کے نسبی رشتہ داروں کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس لئے ان سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو حضور ﷺ کی تحریک میں جان ومال لٹا کر شریک ہوتے ہیں۔ وہ حزب اللہ کے مندرجہ ذیل تین اجزاء ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے تین قسم کے ذوی القربیٰ:

۱۔ مہاجرین۔ آیت نمبر ۸

۲۔ انصار۔ آیت نمبر ۹

۳۔ تابعین باحسان۔ آیت نمبر ۱۰

رسول اللہ ﷺ کی صحیح پوزیشن

یہ تینوں قسم کے لوگ ذوی القربیٰ کی تفسیر ہیں۔ فے میں سے جو حصہ ۱/۵ رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا ہے وہ کافی بڑی مقدار ہے۔ یہ اس لئے دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذاتی یعنی نسبی رشتہ دار بہت سے ہیں جن کے رسول اللہ ﷺ پر طبعی حقوق ہیں۔ ان کے مصارف اس حصے میں سے نکلیں گے۔ ذی القربیٰ کا جو ۱/۵ حصہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ذاتی اور نسبتی رشتہ داروں کے لئے نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ تو یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی پانچواں حصہ بھی کبھی پورا وصول نہیں کرتے بلکہ ازواج مطہرات اور قریبی رشتہ داروں کے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ رقم پھر یتامی اور مساکین کے حصے میں لوٹا دیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ خیال بنانا کہ رسول اللہ

ﷺ ۱/۵ حصہ اپنے ذاتی نام سے اور ۱/۵ حصہ اپنے ذوی القربی کے نام سے لیتے ہیں یہ اس پرانی سرمایہ دارانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے لئے شہنشاہیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم میں چند آدمی اس خیال کے ضرور پیدا ہوگئے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کو کامیاب ہونے نہیں دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا نسلی حق جس کے بعض بنی ہاشم مدعی تھے قائم نہ ہوسکا۔ یہ اسلامی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا شرف ہے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بہت بڑی عزت کے مستحق ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ بعض بنی ہاشم کی پالیسی چل جاتی تو ساری دنیا یہی کہتی کہ رسول اللہ ﷺ نے رسالت کا دعویٰ کر کے اپنے خاندان کے لئے چند روزہ شہنشاہی پیدا کر لی۔

حضرت ابو بکرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

بعض بنی ہاشم نے بہت عقلمندی سے اپنی اس رائے کی رہنمائی کے لئے حضرت فاطمہ الزہرا کا انتخاب کیا اور انہیں میراث کا مدعی بنا کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت ابو بکرؓ نے نہایت سختی سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنے اہل بیت کو نفقہ دیتے تھے میں بھی دیتا رہوں گا اس سے زیادہ تمہارا کوئی حق قائم نہیں ہوتا۔ حضرت ابو بکرؓ کی عقلمندی اور استقامت نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچالیا۔ بعض بنو ہاشم کے اَتباع اسے اچھا نہیں سمجھتے مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ روپیہ کیوں نہیں کماتے؟

یتامیٰ کے لئے روپے کی ضرورت

(۳) الْيَتٰمٰى ۔ جو لوگ جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوں، ان کے بچوں کی کفالت اور تربیت کے لئے علیحدہ محکمہ قائم کرنا ضروری ہے۔

مساکین کے لئے روپے کی ضرورت

(۴) الْمَسٰكِيْنَ ۔ اسباب و موانع کی وجہ سے جو لوگ کامیاب نہ ہو سکیں انہیں اتنی مدد دی جائے کہ وہ اپنے پیشے اور کام کے آلات فراہم کر کے اپنا کام جاری کر سکیں۔ ایک کاریگر کے پاس اپنے کام کرنے کے اوزار نہ ہوں تو وہ ضائع ہو جائے گا اسے اس فنڈ سے روپیہ دینا جائز ہے۔ اس کے بعد وہ قوم کا ایک مفید فرد بن جائے گا۔

ابن السبیل سے کیا مراد ہے؟

(۵) ابۡنَ السَّبِيۡلِ۔ پراپیگنڈہ جس قدر ضروری ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ پراپیگنڈہ کرنے کے بے شمار طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی خوشی سے ملنے آئیں اور سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ان کا خرچ اس فنڈ سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی سیاحت مسلمانوں کا عمومی فرض ہے۔ "يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ" (۲۲:۴۶) کی بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جو شخص یہ فرض ادا کرنا چاہتا ہے اس کا نفقہ مسلمانوں کے ذمے ہے۔ قرآن حکیم میں "السَّآئِحُوۡنَ" (۹:۱۱۲) کے علاوہ "سٰٓئِحٰتٍ" (۶۶:۵) کا بھی ذکر ہے کیونکہ تنظیم ملت محض مردوں ہی سے نہیں ہوتی بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں سے ہوتی ہے۔ سیاحت سے غیر مسلم اقوام کے مکائد (غلط چالوں) کا بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ اطلاعات مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ بعض اوقات ممالک غیر سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ ملت اسلامیہ میں اسے شائع کیا جائے۔ حج کی تشریح اس غرض کو بہت حد تک پورا کرتی ہے۔ كَىۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ مِنۡكُمۡ (۵۹:۷) (تاکہ وہ تمہارے اغنیا ہی میں دست بدست منتقل نہ ہوتی رہے)

اسلام اور سرمایہ داری

پارٹی کا جو مرکزی خزانہ جمع ہو رہا ہے اگر اس میں یتیم، مسکین اور ابن السبیل کو بھی وہی حق دے دیا جائے جو رسول اللہ ﷺ کے متعلقین و متوسلین کو دیا جاتا ہے تو سرمایہ داری کی ظاہری صورت بھی ختم ہو جائے گی۔

سرمایہ دار لوگ اپنا تفوق جتانے کے لئے اپنی سوسائٹی علیحدہ کر لیتے ہیں۔ یہ طریق بتدریج سرمایہ داری کے تغلب کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب روپیہ ان کے ہاتھوں میں سے علیحدہ نہیں آتا بلکہ یتیم اور مسکین کو بھی اس میں برابر کا شریک بنادیا گیا ہے تو سرمایہ داری بنیادی طور پر اسلام میں نہیں آئے گی۔

عادلانہ تقسیم

اس تقسیم سے فیئ کی دولت غربا اور مساکین میں بٹ جائے گی۔ جو غنائم قتال کے بعد حاصل ہوں ان کا ۴/۵ حصہ مجاہدین میں تقسیم ہوگا۔ لیکن فے کا کل مال فقراء میں تقسیم ہوگا۔ اس طرح فقراء اور اغنیاء دونوں کے لئے آمدنی کے مستقل ابواب معین ہوں گے اور یوں حزب اللہ کا قیام تقوی پر رہا۔ یعنی منصفانہ تقسیم پر (المجادلہ : ۹)

اراضی، فے اور حقوق کاشتکاری

فے میں جو اراضی مسلمانوں کے قبضے میں آئے گی، ان میں زمین پر کاشتکاروں کے حقوق مسلّم رہیں گے۔ اس کی صورت یوں خیال کی جاتی ہے کہ "ملک میں ایک حکومت متغلب تھی اسے اس پارٹی نے شکست دے کر زمین کی حکومت کا چارج لے لیا یہ اراضی ان کاشتکاروں کے قبضے میں سے نہیں نکالی جائے گی۔" کیونکہ وہ اس اسلامی انقلابی پارٹی سے براہ راست نہیں لڑے، وہ ایک متغلب حکومت کے ماتحت تھے۔ اس کے دباؤ سے جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ جب اس حکومت کو شکست ہو گئی تو انہوں نے مسلم حکومت کو اپنے اوپر اس طرح تسلیم کر لیا جس طرح پہلی متغلب حکومت کو مانتے تھے۔ ان لوگوں کو جو زراعت پیشہ ہیں زراعتی حقوق سے محروم کرنا خطرناک غلطی ہو گی۔ پس یہ زمین اپنے کاشت کاروں سمیت اس نئی حکومت کے قبضے میں آئے گی۔ یہ گورنمنٹ کاشت کاروں سے جو حق وصول کرے گی، وہ اس پارٹی کے ارکان میں تقسیم ہو گا۔ زمین تقسیم نہیں کی جائے گی۔ اگر یہ کاشت کار نااہل ثابت ہوں تو دوسرے کاشتکار ان کی جگہ لگا دیئے جائیں گے، مگر وہ ہوں گے اسی ملک کے لوگوں میں سے۔ اس طرح اسلامی انقلاب نے اپنے ماتحت ہوم رولر جماعتیں پیدا کر لیں۔ اسلامی حکومت اصل میں وحدانی حکومت نہیں جیسے ایک قوم کی ہوتی ہے بلکہ وہ ایک انٹر نیشنل حکومت ہے۔

زمین پر ملکیوں کا حق مسلّم

ہر ایک ملک کی زمین سے سب سے پہلے اہل ملک فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ حق ملکیوں کے لئے مسلم رکھا گیا ہے، مگر وہ کاشتکاری کر کے ہی فائدہ اٹھائیں گے۔ حکومت اس پارٹی کی ہو گی، جو ملک کو فتح کرے گی۔ ملکیوں میں سے جو لوگ اس پارٹی میں شامل ہوتے جائیں گے، وہ حکومت میں حصہ لے سکیں گے۔ اس طرح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ کاشتکار اسلام قبول کر کے اپنے ملک کے پورے مالک بن جائیں گے۔

اسلام کو ان لوگوں کی اصلاح پیش نظر ہے۔ ان کی اراضی پر قبضہ کر کے کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود نہیں ہے۔ ان کے ملک میں ایک غلط نظام حکومت کرتا تھا، اسے توڑ کر صحیح نظام پر چلنے کی آسانیاں بہم پہنچا دیں۔

اراضی کی کاشت سے دو حصے حاصل ہوں گے

(ا) ایک حصہ پیداوار کا کاشتکاروں کے قبضے میں جائے گا، اس سے حکومت کو کوئی تعلق نہیں ہو گا اور

کاشتکاروں سے زمین چھین کر دوسرے ملک کے کاشتکاروں کو نہیں دی جائے گی۔ جب تک وہ حکومت کا حق ادا کرتے رہیں، ان کی اراضی ان کے قبضے میں رہے گی۔ خود اس ملک کے دوسرے کاشتکاروں کو بھی ان کی اراضی چھین کر نہیں دی جائے گی۔

(۲) پیداوار کا دوسرا بڑا حصہ حکومت کے خزانے میں جائے گا۔ ہماری فقہی اصطلاح میں اس کا نام "خراج" ہے۔ اس کی کوئی مقدار معین نہیں کی گئی۔ یہ کاشت کار اور حکومت کے درمیان مصالحت سے طے ہو سکتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جنس میں ادا کرنا اسے "مقاسمہ" کہتے ہیں (۲) نقدی کی صورت میں ادا کرنا اسے "خراج مؤظف" کہتے ہیں۔

خراج کا مصرف

خراج سے جو آمدنی سرکاری خزانے کو ہو گی، وہ عام مسلمانوں کے فوائد میں استعمال کی جائے گی، جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ کسی خاص شخص کا کوئی حق نہیں مانا جائے گا۔ یہ فقہ حنفی کے عام مسائل ہیں، جو ممالک اسلامیہ میں معمول بہ ہیں۔ جس پارٹی نے اپنا خون دے کر انقلاب برپا کیا ہے، اسے زندہ رکھنے کے لئے اسے روٹی دینا ضروری ہے، اس لئے یہ اس کا حصہ ہو گا۔

حضرت عمرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

جب عراق کی اراضی فتح ہوئیں تو وہاں کسریٰ کی حکومت متغلب تھی اور ملکی کاشتکار ہی اراضی کے مالک تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ سوال اٹھایا کہ یہ زمینیں ہمیں تقسیم کر دی جائیں۔ سیدنا عمرؓ نے نہایت دور اندیشی سے کام لے کر مجاہدین کا یہ مطالبہ منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی رائے تھی کہ ان زمینوں کی آمدنی مسلمانوں کی فوجی قوت اور سلطنت کا نظام قائم رکھنے والی طاقت کے لئے وقف کر دی جائے تاکہ انقلاب کو اور آگے بڑھا سکیں۔ مگر جن لوگوں کا تقسیم اراضی کا مطالبہ تھا وہ راضی نہ ہوتے تھے اس پر بارہ ماہ برابر جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر حضرت عمرؓ کو یہ آیت (الحشر: ۷) یاد آئی، سیدنا عمرؓ نے اس سے یہ استدلال کیا کہ یہ چیز تو سارے مسلمانوں کی ہے، فقط مجاہدین کی نہیں ہے اس لئے تقسیم کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس تشریح پر سب متفق ہو گئے۔

درس واعتبار

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مفتوحہ زمینیں شخصی ملکیت میں نہیں دی جاسکتیں اور یہاں سرمایہ داری ذبح ہوتی ہے۔

حضرت امام شافعی کی رائے

یہ مسئلہ شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی اساس ہے، انہوں نے "ازالۃ الخفاء" میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے۔ شاہ صاحب نے اس رسالے میں حضرت عمر بن الخطاب کا جو مذہب لکھا ہے اس میں حضرت امام شافعی کی یہ رائے بتائی ہے کہ یہ زمین قابل تقسیم ماننی چاہیے، یہ عربی نیشنلزم ہے۔ وہ عرب نیشن ہی کو ساری دنیا پر غالب بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمام ممالک پر عربوں کا مستقل قبضہ ہو اور وہی ساری دنیا کے جاگیرداری کے اصول پر مالک مان لئے جائیں، اس لئے کہ انہوں نے ملک فتح کیا ہے۔ کیا یہ وہی شہنشاہی نہ ہوگی جو قیصر وکسریٰ کی تھی اور جسے برباد کرنے کے لئے قرآن آیا؟ مگر شاہ صاحب حضرت امام شافعی کے اس فکر کو نہایت عقلمندی مگر نہایت شدت سے رد کرتے ہیں اور یہاں سے ان کی قوت اجتہاد کا اندازہ ہوتا ہے۔

ائمہ احناف کی رائے اور شاہ ولی اللہ

اتفاق کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف امام شافعی کے موافق نہیں ہیں۔ شاہ صاحب بھی ان کی طرف داری کرتے ہیں۔ ہندوستان کی ساری اسلامی سلطنت کی بنیاد اسی اصول پر رکھی گئی تھی۔ ہندوستان کی تمام زمینیں خراجی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تقسیم شخصی نہیں ہوسکتی۔ مگر پچھلے بادشاہوں نے اپنی کمزوری کے سبب سے اس اصول کو توڑ دیا، اس لئے ان کی سلطنتیں برباد ہوگئیں۔

کیا اکراہ فی الدین جائز نہیں؟

اسلام ایک انقلاب لاتا ہے۔ اس کی انقلابی پارٹی اپنی ڈکٹیٹرشپ پیدا کرنے کے لئے لڑتی ہے۔ ہم اسے اعلانیہ قبول کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے قانون کی اتنی بھی عزت نہیں کرسکتے کہ اس کے جبری غلبے کے حامی ہوں، تو پھر ہمارے انقلاب کی کامیابی معدوم! قرآنی قانون کے ماتحت جو غلبہ حاصل ہوگا، قرآن اسے جبر قرار نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (۲:۲۵۶)، اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ نے یہ کیا ہے کہ، قَدْ

تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ کو لَآ اِكْرَاهَ کی علت بنایا ہے، یعنی چونکہ قرآنی ہدایت اس کی مخالف قوتوں کی گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے اس لئے تھوڑے سے جبر کو جبر نہیں کہنا چاہئے۔ کیا انسانوں کو تباہی کے منہ میں دے دیا جائے، اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ جبر کر رہے ہیں؟ جب غلامی، طبیعتوں میں راسخ ہو جائے تو آزادی ان کو جبراً ہی دینی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر رباء (سود) کو جبراً بند کرنے کا حکم بھی ملا دیا جائے تو یہ دو حکم سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

فلسفہ ولی اللہ اور انقلاب

اسلام کا یہ وہ انقلاب ہے جسے حضرت شاہ صاحب کا فلسفہ اپنا اساس قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ انسان کی تمام ضرورتیں تسلیم کرتا ہے۔ مثلاً خدا شناسی اور رشتہ داروں کے حقوق کو انسانی فطرت کے مطابق تسلیم کرتا ہے، مگر اموال میں یہ انقلاب، تمام دنیا میں عدل کو جاری کرنا چاہتا ہے۔ ہم اس فلسفے کو اساس بنا کر تمام دنیا کو مسلمان بنا سکتے ہیں۔ ایک حصہ تو اس تحریک کو ظاہراً اور باطناً قبول کرے گا اور باقی ہمارا دوست ہو جائے گا۔ اور پھر وہی مسلم اور ذمی کی تقسیم ہو کر اسلام آج کے زمانے میں بھی غالب آ سکتا ہے۔ (وما ذٰلك على الله بعزيز)

آیت نمبر۔۸: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

((یہ مال) ان وطن چھوڑنے والے ضرورت مندوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے ہوئے آئے ہیں، اللہ کا فضل اور رضامندی ڈھونڈتے آئے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔)

آیت نمبر۹: وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

(اور (مال فے) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان سے پہلے اس گھر (مدینہ) اور ایمان کو ٹھکانہ بنا چکے۔ محبت کرتے ہیں ان سے جو ان کے پاس ہجرت کر آئے۔ اور اس سے اپنے دل میں تنگی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیدی جائے۔ اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں اور اگرچہ ان پر فاقہ ہو، اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالئے گئے تو وہی مراد پانے والے ہیں۔)

آیت نمبر ۱۰: وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

(اور (مال فے) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں اے رب! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے پہلے داخل ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے بیر نہ رکھ اے رب! توہی نرمی والا مہربان ہے۔)

ذوی القربیٰ کی صحیح تفسیر

مذکورہ بالا یہ تینوں آیات ذوی القربیٰ کی صحیح تفسیر ہیں۔ یعنی رسالت کے قریبی رشتہ دار یہ لوگ ہیں۔ تیسری شق (وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ) میں قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں۔ "لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ" اور "الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ" یہ انقلاب کی مرکزی طاقت ہے۔ انہیں کسی اور جگہ "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ" (التوبہ۔۱۰۰) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انقلاب اور اسلام کا لزوم

اگر یہ ہماری سمجھ صحیح ہے کہ قرآن حکیم ایک انقلابی پروگرام دیتا ہے تو پھر اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں ہے کہ مسلمان کسی زمانے میں بھی انقلاب سے غافل نہیں ہو سکتے اور قرآن کے انقلابی نظریات کو چھوڑنے والے مسلمان قرآن حکیم کے حامل نہیں کہلا سکتے، بلکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پس افتادہ حصے ہی بن سکتے ہیں، مگر قرآن حکیم کی تحریک کو آگے چلانے والے لوگوں میں ان لوگوں کا ہرگز شمار نہیں ہو سکتا، جبکہ وہ قرآن کے انقلاب کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اسے چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مجددین اور انقلاب

جو لوگ ہر صدی میں نیا انقلابی نظام لائیں گے، وہ اسلامی زبان میں مجددین کہلاتے ہیں۔ الف ثانی کی تجدید ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی سے شروع ہوئی اور امام ولی اللہ نے اسے مکمل کیا۔ ہندستان کے لئے یہی ایک نظام ہے، جس میں وہ اسلام قائم رکھ سکتا ہے اور جس پر چل کر وہ اپنی حکومت پیدا کر سکتا ہے۔ مگر سیاسی فکر کی کمزوری کی وجہ سے لوگوں نے امام الہند ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اگرچہ یہ لوگ شاہ صاحب کی

علمی تحقیقات کو اول درجے پر مانتے رہے، مگر وہ شاہ صاحب کے انقلابی کارناموں پر متنبہ نہیں ہوئے! اب اگر ان کو نئے سرے سے متنبہ کر دیا جائے تو یقین ہے کہ وہ فائدہ حاصل کرنے میں کوتاہ نہیں رہیں گے۔

مہاجرین کا حصہ فے میں

لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِیۡنَ۔ یہ ذوی القربی کا پہلا حصہ ہیں۔ یہ قریش کے محتاج لوگ ہیں جنہوں نے تحریک اسلام کی خاطر گھر بار چھوڑا اور عسرت و فقیری قبول کی۔ جو لوگ مکہ معظّمہ چھوڑ کر آنا چاہتے تھے اہل مکہ ان کو روپیہ پیسہ ساتھ لے جانے نہیں دیتے تھے۔ مہاجرین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے خالی ہاتھ جانا منظور کیا اس سے وہ محتاج ہوگئے۔ اسلامی انقلاب کی یہ سب سے پہلی مرکزی طاقت ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بحیثیت رسالت ذوی القربی ہیں۔ یہاں ان کی دو صفتیں بیان کی گئیں ہیں۔

فضل اور رضوان

(ا) یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانًا۔ وہ اللہ کا فضل چاہتے ہیں، وہ معمولی ضرورتوں پر اکتفاء کرنے پر صبر نہیں کرتے، وہ دنیا میں (اور اس کے نتیجے کے طور پر آخرت میں بھی) بلند مرتبے پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں، یعنی اللہ کا قانون دنیا میں نافذ کرنے پر مُصِر ہیں۔ اگر وہ اپنے وطن میں اس قانون کو حاکم نہیں بنا سکتے تو ایسی جگہ کو چلے جاتے ہیں، جہاں بیٹھ کر وہ یہ کام کر سکتے ہیں، مگر رضا ان کی اس میں ہے کہ قانون الٰہی دنیا میں سر بلند ہو۔

نصرت

وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ؕ۔ وہ اللہ اور رسول کے دئے ہوئے قانون کی نصرت کو اپنا مقصد حیات بناتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ۔ یہ سچے لوگ ہیں۔ یہ اپنے ایمان کے مطابق کام کر کے دکھاتے ہیں اس لئے سچے ہیں۔ ایمان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اسے عمل میں لا کر دکھایا جائے۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

وَ الَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الۡاِیۡمَانَ ۔ (وہ لوگ جنہوں نے گھر بنالیا دارالاسلام میں اور گھر بنالیا ایمان میں)

دارالاسلام مدینہ منورہ

تَبَوَّؤُ الدَّارَ۔ اللہ کے ہاں مدینہ دارالاسلام تھا۔ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ مسلمانوں کا مرکز بن کر کام کرے۔ وہ اس زمین پر گھر بنا کر بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے دوسرے لوگوں (مہاجرین) کو دعوت دی کہ آ جاؤ۔

محبت مہاجرین کا نتیجہ

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ۔ جو لوگ اسلامی مرکز کے لئے ان کے ہاں آتے ہیں، وہ ان سے محبت کرتے ہیں، ان کو اپنے اموال واملاک میں شریک بناتے ہیں۔

سرمایہ پرستی سے نفرت

وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا ۔ ان لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے اس کی طرف اپنے دل میں کوئی حاجت نہیں پاتے۔ یعنی روپے پیسے کو اپنی حاجت کے لئے خزانہ بنا کر نہیں رکھتے۔ یہ ہے اصل میں سرمایہ پرستی کی پوری ضد۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ

اگرچہ خود بھوک میں مبتلا ہوں مگر پھر بھی وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ مال و دولت کے طمع سے اپنے نفسوں کو پاک کرلیں، وہ اپنی علمی وایمانی تحریکوں کو کامیاب بنالیتے ہیں۔ بعض اوقات ایک صحیح تحریک محض اس لئے ناکام ہو جاتی ہے کہ اس کے کارکن مال و دولت کو اس تحریک سے زیادہ محبوب سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ مرکزی کمیٹی کا دوسرا حصہ تھا۔ قریش کے سوا جتنی قومیں اسلام کی خدمت میں پہلے دن شریک ہوئیں، وہ سب انصار میں شامل ہیں اور مدینہ طیبہ کے لوگ ان کا مرکز ہیں۔

انصار اور مہاجرین کا درجہ

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ ۔ قرآن اور سنت کا علم جب مخاصمات و مقاتلات سے مجرد کر کے دیکھا جائے، ایمان کہلاتا ہے۔ لیکن اس میں مخاصمات اور مقاتلات کی نفی مقصود نہیں ہے، بلکہ اس علم کا استقرار و تمکن مقصود اصلی ہے، چاہے اس کے لئے مقاتلہ کرنا پڑے یا مقاتلے کا انتظار کرنا پڑے۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص قتل کرنا چاہتا ہے مصلحت وقتی کے لحاظ سے چند دن ترک قتال پر صبر نہیں کرسکتا، وہ لزوم قتال کے وقت صبر کے ساتھ لڑ بھی نہیں سکے گا۔ اصل میں مسلمان کے اندر "وَ يَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ" (۹: ۱۱۲) دونوں کا عزم بالجزم ہونا ضروری ہے، اس کے تمام اعمال اسی عزم بالجزم کے اندر ہوں۔ انصار کا وطن قبل ہجرت ہی علم القرآن کا مرکز بن چکا تھا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک شخص (مصعب بن عمیر) کو وہاں تعلیم اسلام کے لئے بھیج چکے تھے۔ ان لوگوں

نے حفاظت رسول اللہ ﷺ پر بیعت کی تو اس کے عوض فقط یہ طلب کیا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں چھوڑیں گے نہیں۔ گویا انصار نے مہاجرین کو اول درجے پر اور اپنے آپ کو دوم درجے پر رکھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا شہر مہاجرین کی مدد ہی سے مرکز اسلام بن سکتا ہے۔ مدینہ منورہ پہلے فقط علمی مرکز تھا جب مہاجرین آگئے تو وہ سیاسی اور دینی دونوں قسم کا مرکز بن گیا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم مانا اور جو لوگ بعد میں آئے انہوں نے مہاجرین اور انصار کے مجموعے کو اپنے پر مقدم کیا۔ اب تیسری جماعت آتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ پیدا ہوتی رہے گی۔

انصار و مہاجرین کے لئے استغفار کا مطلب

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: "یااللہ! ہمیں اور پہلے بھائیوں کو جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی، بخش دے!" یعنی ہم سے اور ان سے جو غلطیاں ہوئیں وہ معاف فرما دے۔ "الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ" یہی مہاجرین اور انصار ہیں۔ بعد میں آنے والے لوگ سابقین کی غلطیوں پر تنقید کرنا اپنا فرض قرار نہیں دیتے بلکہ اپنا فرض یہ قرار دیتے ہیں کہ ان کی خوبیوں میں شریک ہوں۔

جو شخص ان لوگوں کو اپنا مقتدا بنائے جو نبی نہ ہوں اور وہ شخص خود بھی صاحب رائے اور صاحب فکر ہو، اسے ان مقتداؤں کے بعض اعمال و افعال میں گنجائش مقال مل سکتی ہے۔ اس صورت میں وہ ان کے اقتداء کو تسلیم کرتا ہے، مگر ساتھ ہی ان کی ان غلطیوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے۔ اگر وہ ان غلطیوں سے چشم پوشی نہ کرے تو پھر ان کا اقتداء نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان غلطیوں کو غلطیاں سمجھتا ہے اور ان کا ان غلطیوں میں اقتداء نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ان مقتداؤں کو چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ (ان غلطیوں کو چھوڑ کر اور مُنہ موڑ کر) اور بہت سی باتوں میں جو قابل اقتداء ہیں، ان میں وہ ان کی تقلید کرتا ہے اس لئے وہ ان کے لئے بھی اور اپنے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہے۔

انقلاب کے اجزاء ثلاثہ

انقلاب کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) نصب العین، (۲) پروگرام، (۳) مرکزی کمیٹی

(۱) اسلام کا نصب العین تو یہ ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الفتح۔۲۸)

(۲) اسلام کا پروگرام، قرآن حکیم ہے۔

(۳) اس کی مرکزی کمیٹی "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ" (التوبہ۔۱۰۰) کی ہے جو رسول اللہ کے مشیر اور معتمدین تھے اور بعد میں ان کی جگہ جو کمیٹی کام کرے گی "وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" اس کے لئے انہی کا طرز عمل، انقلاب میں قابل اقتداء ہوگا۔

انقلاب میں دھوکا

لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ "ایمان والوں کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ پیدا نہ ہونے لگے۔" ہم ان کو دھوکا نہ دیں کہ نام تو لیں قرآنی انقلاب کا اور جمع کرنے لگیں سرمایہ اور قوموں پر حاصل کریں تغلب جو ان سابقین بالایمان نے نہیں کیا۔ سرمایہ پرستی اور ملوکیت کی شکل پیدا کرنے کے سامان اسلام کے نام سے جمع کرنا کھوٹ اور دھوکا و غل ہے۔ لوگ ہم پر اعتماد تو اس لئے کرتے ہیں کہ ہم اسلام کو اصلی شکل میں قائم کر کے دکھائیں گے اور ہم ان کو دھوکا دے کر اپنی شہنشاہیت قائم کرلیں۔ خدا کرے ایسا نہ ہو!!

مال فے کی تقسیم کا سبب

ان کو یہ روپیہ کیوں دیا گیا؟ یعنی ساری قوم یا ساری پارٹی میں یہ روپیہ کیوں تقسیم کیا گیا ہے؟ اس کی غرض یہ ہے کہ اس پارٹی کو فکر معاش سے بے فکر کرنا مقصود ہے تاکہ وہ اپنے مخالفوں کے مقابلے کے لئے مضبوطی کے ساتھ تیار ہو جائے۔ اس کے مخالفین اسلام کے خلاف جو بین الاقوامی پروگرام بناتے ہیں پارٹی ان سب کا مطالعہ کرتی رہے اور اپنی اور اپنے پروگرام کے تحفظ اور اسباب فراہم کرتی رہے اور دشمنوں کے مقابلے میں بین الاقوامی نظام پیدا کرے۔ اب یہ پارٹی دوسری قوموں کو اپنا ہم خیال بنا کر انصار کی جماعت میں شامل کرے گی اور اس سرمایہ کی مدد سے اپنا کام مستقل طور پر جاری رکھے گی۔

قرآن کے خلاف بین الاقوامی محاذ

آیت نمبر ۱۱: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

(کیا آپ نے نہیں دیکھا ان منافقون کو جو اپنے بھائیوں اہل کتاب کے کافروں یعنی یہودیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ اور تمہارے بارے میں کسی کا حکم کبھی نہیں مانیں گے۔ اور اگر

تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہیں مدد دیں گے (اس طرح یہ مسلمانوں کے خلاف ایک بین الاقوامی محاذ پیدا کر رہے ہیں) مگر اللہ اس بات کو صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہے کہ یہ لوگ (منافقین) جھوٹ بولتے ہیں۔)

منافق کون ہے؟

حزب اللہ کی تنظیم ہو جانے کے بعد وہ لوگ جو اس کے نظریات کے موافق نہیں ہیں، وہ منافق ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم کو سیاسی قوت حاصل نہ ہو۔

دو پیشگوئیاں:

آیت نمبر ۱۲: لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿۱۲﴾

(اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اگر اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر مدد میں ابھی کھڑے ہوں گے تو وقت پر پیٹھ دکھائیں گے پھر ان (منافقین) پر جو تکلیفیں آئیں گی ان پر ان (منافقین) کو کوئی مدد نہ دے گا۔)

مضبوط مسلح جماعت کی ضرورت

آیت نمبر ۱۳: لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۳﴾

(البتہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں (اللہ کے خوف) سے زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ نہیں سمجھتے۔۔۔)

یہ لوگ قانون کی اس وقت تک عزت نہیں کرتے جب تک انہیں کوئی دھمکانے والا نظر نہ آئے۔ یہ لوگ قرآن حکیم کی حکومت کا انتظار کرنے کی خاطر یہودیوں سے اتصال کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تمہارے خلاف خدا کا حکم بھی آیا تو ہم اسے بھی قبول نہ کریں گے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ ان کے دلوں میں خدا کے قانون کی کتنی وقعت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی ایک بہت مضبوط جماعت قرآن حکیم کی حمایت کے لئے ہر وقت تیار رہنی چاہئے جو ان لوگوں کو اس قرآنی قانون کے احترام پر مجبور کر سکے۔

آیت نمبر ۱۴: لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۴﴾

(وہ سب مل کر قلعہ نما بستیوں یا دیواروں کی آڑ کے بغیر تم سے نہیں لڑ سکیں گے ان کی آپس میں لڑائی سخت ہے۔ تو انہیں اکٹھا سمجھتا ہے۔ اور ان کے دل جدا جدا ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔)

انقلاب اور جمود کا فرق

ان کی بے سمجھی کی یہ دلیل کافی ہے کہ آپس میں بھی متفق نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ ایک انقلابی سوسائٹی کے قانون کا اصلی طاقت میں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ انقلابی سوسائٹی کا قانون اس کے ہر ایک فرد کو ہر حرکت دے سکتا ہے اور ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ قلعہ دار گاؤں یا دیوار کی آڑ کے سوا تم سے کہیں اکٹھے ہو کر لڑ بھی نہیں سکتے، ان میں آپس میں بھی سخت دشمنی ہے۔

(ہماری اس طبیعت کی بھی کبھی یہی حالت تھی ہم بھی اپنے فرقے کے سوا مسلمانوں کے کسی فرقے سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ جب سے ہمیں انقلاب کی سمجھ آئی ہے اس روز سے ہم اپنے میں یہ وسعت پاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے فرقے والے ہمارے ساتھ انقلاب میں شریک ہو جائیں تو ہم ان پر پورا اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہم یہود کی اس حالت کا حل یوں کرتے ہیں کہ وہ تورات کی انقلابی روح کو بھول چکے تھے۔ اب ہم مسلمانوں میں یہ بھی بے تکلف دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جس حصے نے انقلاب بھلا دیا ہے اس کی حالت بھی اچھی نہیں رہی)

یہود کا ایک عیب

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ انہوں نے عقلی مسائل میں آزادی سے غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ جذبات اور اغراض کو سامنے رکھ کر جو عقلی قانون گھڑتے ہیں، وہ حقیقت میں عقلی قانون نہیں ہوتے۔ وہ فرضیات ہیں۔ عقلی قانون وہ ہیں جو تمام انسانی نوع کے لئے یکساں کام دیں۔

یہود کے متعلق ایک پیشنگوئی

آیت نمبر ۱۵: كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

(یہ لوگ (یہودی) اس طرح شکست کھائیں گے، جیسے ان سے پہلے عنقریب شکست کھا چکے ہیں، (یعنی قریش) اور ان کو دردناک عذاب ملے گا۔)

یہ بہت تکلیفیں اٹھائیں گے، یہ جلاوطن کر دئے جائیں گے۔ ان کو مذہبی زندگی کے بغیر سکون نصیب نہ ہو گا۔ مگر کہیں (بغیر کسی تعاون) اپنے مذہبی نام سے گھر نہ بنا سکیں گے۔ اس طرح دو گونہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔۔

منافقین کی تمثیل

آیت نمبر ۱۶: كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

((یہ منافق یہودیوں کو جو لڑنے پر اکسا رہے ہیں)، ان کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کسی سے کہے کفر کر! اور اب وہ کفر کر گزرے تو اس سے کہے بھائی! میں تو تیرا ساتھ نہیں دے سکتا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں!)

آیت نمبر ۱۷: فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

(ان دونوں کی سزا یہ ہے کہ دونوں آتش جہنم میں جائیں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے ظالموں کی سزا یہی ہے۔ ظلم کرنے والا اور ظلم میں مدد کرنے والا دونوں ایک ہی درجے کے مجرم مانے جاتے ہیں۔)

حزب اللہ کی زندگی کی دوسری منزل

یہودیوں اور منافقوں کی طرف سے مخالفت و مخاصمت، مشکلات کا پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرا مرحلہ جو کل پیش آنے والا ہے اور اس سے بھی زیادہ سخت ہے، وہ کسریٰ و قیصر کا مقابلہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو محض انقلابی کام کے لئے وقف ہو جانا چاہئے۔ یہ آمدنی جس کی تقسیم اوپر (آیت نمبر ۷) بیان ہو چکی ہے، اس تیاری میں بہت مدد دے گی۔ اب دوسرے حصے پر بحث ہوتی ہے۔

بین الاقوامی سرداری

آیت نمبر ۱۸۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

(مسلمانو! اللہ سے ڈرو، (یعنی اس کے نام سے انصاف کا قانون دنیا میں جاری کرو)، ہر ایک انسان اس امر پر غور کرتا رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا چیز تیار کرنی ہے؟ اور اللہ سے ڈرو، (یعنی اس کے نام پر انصاف جاری کرنیکا کام زیادہ زور سے کرو)۔ اللہ تمہارے کاموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔)

یعنی جس قدر زور دار کام ہونا چاہئے، وہ زور ابھی پیدا نہیں ہوا۔ تم انصاف کو نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کرو، ورنہ اقوام کی سرداری تمہیں نہیں مل سکے گی۔ تمہیں اپنی قوم کی سرداری کے لئے جتنا انصاف پسند ہونا چاہئے اقوام کی سرداری کے لئے اس سے کہیں زیادہ انصاف پسندی کو ترقی دینا ضروری ہے۔

اللہ کو بھولنے کا نتیجہ

آیت نمبر ۱۹: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

(تم ان لوگوں کی مثل نہ بن جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔)

یعنی اللہ کے جس قانون کو مانتے تھے، اس کے (احترام پر اپنی جان و مال قربان کرنے سے جی چرانے لگے) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے اپنے نفس بھلا دئے، یعنی اللہ نے ان کو اپنے ذاتی کمالات سے اندھا کر دیا۔ ان کے اندر جو طاقت تھی وہ معطل ہو گئی، وہ احساس کمتری (Inferiority Complex) میں اس قدر مبتلا ہو گئے کہ وہ سمجھنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، حالانکہ ان کے مخالف ان سے زیادہ قوت نہیں رکھتے۔ وہ کر سکتے ہیں تو یہ کیوں نہیں کر سکتے؟ مگر خدا نے ان کو پہلے جرم کی سزا میں ان سے اعتماد علی النفس چھین لیا۔

اللہ کی یاد کا فائدہ

نَسُوا اللّٰہَ۔ "کتاب اللہ کے موافق عمل کرنا بھول گئے"۔ قانون شکنی کرتے کرتے قانون الٰہی کو بھلا ہی بیٹھے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے۔ اللہ کی کتاب کی ادنی برکت یہ ہے کہ وہ ایسے افکار سکھاتی ہے جن پر انسانیت مجتمع ہو سکتی ہے۔ انسان اگر کتاب اللہ کو یاد رکھے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے تو وہ اجتماعی بن جاتا ہے۔۔ لیکن جب اسے بھلا دے تو وہ اپنی اجتماعیت بھی بھول جاتا ہے اور انفرادیت پسند (Individualist) بن کر رہ جاتا ہے، اسی حالت میں اس کی زندگی کا معیار کذب و خیانت بن جاتے ہیں۔

بزدلی کس طرح پیدا ہوتی ہے

خدا ان کو اپنی ذاتی قوتوں سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ اجتماعی قوت سے کام کر سکتے تھے، لیکن اس کے متعلق خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اب وہ انفرادی الخیال (Individual minded) بن چکے ہیں۔ اجتماعیت کا خیال ان کی دلوں سے نکل چکا ہے، اس لئے وہ کسی اجتماعی کام کے کرنے کا اپنے اندر یقین ہی نہیں پاتے۔

انہوں نے اجتماعیت کو چھوڑا تو انفرادی الخیال ہوگئے اس کے بعد رفتہ رفتہ ان میں احساس کمتری (Inferiority Complex) پیدا ہو گیا جو انفرادیت پسندی (individualism) کا لازمی نتیجہ ہے اب ان کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں گزرتا کہ ہم بھی کوئی کام اجتماعی قوت سے کر سکتے ہیں۔

فاسق اور کافر میں فرق

أُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (یہ لوگ بدمعاش ہیں۔۔۔۔) جو لوگ قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں، وہ تو کافر ہیں اور جو قانون کو تسلیم کر کے اسے نہ چلائیں بلکہ قانون شکنی کو عادت بنالیں وہ فاسق ہیں۔ بدمعاش ہیں۔ ہاں کبھی کبھار غلطی سے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے انسان فاسق نہیں بن جاتا۔

مسلسل کام کرنیوالے اصحاب جنت ہیں

آیت نمبر ۲۰: لَا يَسْتَوِيٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰

(دوزخ والے اور بہشت والے برابر نہیں، بہشت والے ہی کامیاب ہیں۔)

اصحاب الجنہ وہ لوگ ہیں، جو صحیح قانون، صحیح طور پر جاری کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ لوگ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ مسلسل کوشش جاری رکھنے کے بعد حق پرست جماعت کے لئے ناکامی کا تصور ہی باطل ہو جاتا ہے۔ عارضی شکستیں جنکا دفاع ہو سکتا ہے پیش آسکتی ہیں، مگر یہ جماعت دوسرا پہلو بدل کر ان کا بدلہ لے سکتی ہے، اس لئے ان کو شکست نہیں مانا جاتا اور نہ اس قسم کی عارضی شکستوں (Reverses) سے دل ٹوٹنا چاہئے۔ ایسے لوگ ہی جنت کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ فوز و کامرانی، جماعت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

قرآنی انقلاب کی راہ میں دو پہاڑ

آیت نمبر ۲۱۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱

(اگر ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھ لیتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا پھٹ جاتا! اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سناتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔)

فوز حاصل کرنے کے لئے یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ قرآن حکیم وہ عظیم الشان انقلابی قوت ہے کہ اس کے آگے موانع کے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ موانع دو قسم کے ہیں۔

ا۔ کسی کی شہنشاہی صدیوں سے قائم ہے اور ایک پہاڑ کی مانند کھڑی ہے، ادھر انقلابی جماعت بالکل بے سروسامان ہے۔

۲۔ القدس میں بنی اسرائیل کا دینی نظام صدیوں سے قائم ہے، جس کی پشت پناہی قیصر کی شہنشاہیت کر رہی ہے۔ قرآن کی نئی دینی تحریک اس ساز و سامان سے عاری ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا نظام سرمایہ پرستی اور برہمنیت دونوں پر غالب آئے گا اور یہ دونوں پہاڑ پاش پاش ہو جائیں گے یعنی نہ سرمایہ پرستی (Capitalism) رہے گی نہ دینی سرمایہ داری (Brahmanism) جو یہودیوں نے پیدا کر رکھی ہے، یہ دونوں تحریکیں انسانیت کے لئے سخت مضر ثابت ہو چکی ہیں، ان کا برباد ہو جانا لازم ہے۔ اہل فکر اس پر غور کریں۔

کامیابی کا مالک صرف خدا ہے

آیت نمبر ۲۲: هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴿۲۲﴾

(وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان رحم والا ہے۔)

اس تمام کامیابی کا سہرا کس کے سر باندھا جائے؟ اس کا (Credit) کسی خاص انسان کو نہیں دینا چاہئے اس کا مستحق وہ اللہ ہی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسکا قانون انسانیت واضح ہے، اس لئے اُس نے اپنی رحمت سے ان کامیابیوں کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ! وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت اور ان کا مستقبل اور قیصر و کسریٰ کی موجودہ حالت اور دونوں کا مستقبل خوب جانتا ہے۔ ان دونوں میں جو طاقت مفید ہوگی اسے وہ باقی رکھے گا اور دوسری کو اس مفید طاقت کے ہاتھوں پاش پاش کر دے گا۔ اسکی رحمت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ نوع انسانی پر بھی اس کی رحمت چھائی ہوئی ہے۔

قرآنی انقلاب کائنات کیلئے رحمت ہے:

یہ انقلاب تمام کائنات کے لئے بھی مفید ہے اور تمام انسانیت کے لئے بھی۔ اگر قرآنی انقلاب دنیا میں جائے گیر ہو جائے انسانیت کے لئے باعث ہزار رحمت ہوگا۔ اگر انسانیت ٹھیک راستہ اختیار کرے تو اس کے ماتحت حیوانات و نباتات بھی زیادہ آرام سے رہ سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳: هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴿۲۳﴾

(وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ بادشاہ، پاک ذات، سب عیب سے سالم، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا، زبردست، دباؤ والا، صاحب عظمت، ان کے شریک قرار دینے سے اللہ پاک ہے۔)

حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - معبود صرف اللہ ہی ہے۔ قانون اسی کا چلتا ہے، پس اس کے سوا کوئی بھی اس نظام میں اپنی حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty) قائم کرنے کا حق دار نہیں ہے۔ تمام قانون چلانے والے اللہ کے نائب ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ اَلْمَلِكُ - مُلک اسی کا ملِک اسی کی ہے۔ اس لئے وہی مَلِک ہو سکتا ہے۔ اَلْقُدُّوْسُ کسی شخص کو اس نئے نظام میں مقدس مان کر اسے خدا کا قائم مقام نہیں بنایا جا سکتا، ورنہ وہی برھمنیت اور پاپائیت پیدا ہو جائیں گے جن کے استیصال کے لئے یہ نظام قائم کیا جا رہا ہے۔ قدوس فقط ایک ہی خدا ہے۔

قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

السَّلٰمُ۔ چیزوں کو سلامتی کے ساتھ ترقی کی انتہا تک پہنچانا، ثمرات پیدا کرنا، تحریکوں کو کامیاب بنانا اللہ کا کام ہے جو السلام ہے۔ انقلاب کے تمام نتائج پہلے ہی دن نہیں نکل آتے بلکہ بتدریج۔ بعض نتائج سو سال کے بعد نکلتے ہیں اور بعض اس سے بھی بعد نکلیں گے۔ یہ پروگرام قیام انسانیت کے خاتمے تک اپنے نتائج پیدا کرتا رہے گا، کیونکہ خدا تعالیٰ جو "سلام" ہے، اسے ہمیشہ سالم رکھنا چاہتا ہے۔

تمام ادیان شروع شروع میں اچھی حالت ہی میں تھے، مگر قوموں کے تداول سے مضر بن گئے مگر اسلامی تحریک کا مرکز محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ خداوند تعالیٰ کے اسم: 'السلام' کا اثر ہے اس لئے یہ تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی۔

قرآنی انقلاب کے نتائج

(۱) امن ہو جائے گا۔ الْمُؤْمِنُ ۔اس تحریک کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ملک میں امن پیدا ہو۔

(۲) تحفظ ثمرہ۔ الْمُهَيْمِنُ ۔ حصہ داروں کے حصے محفوظ رہیں گے ان کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی اور وہ اپنی مساعی کے نتائج سے اس دنیا میں یا آخرت میں ضرور بہرہ اندوز ہونگے۔

(۳) عزت۔ الْعَزِيزُ۔ اس تحریک میں کام کرنے والے عزت مند رہیں گے ان کو عزت دی جائے گی۔

(۴) غلبہ۔ الْجَبَّارُ ۔اس تحریک میں کام کرنے والوں کو غلبہ دیا جائے گا اور وہ زبردست بنادئے جائیں گے۔

(۵) بڑائی۔ الْمُتَكَبِّرُ۔ اس تحریک میں کام کرنے والے بڑے بنادئے جائیں گے۔

ان کا منبع صرف خدا ہے۔

یہ تمام خوبیاں جو اس تحریک میں کام کرنے والوں میں پیدا ہوں گی اور تمام فوائد جو انہیں حاصل ہوں گے ان کا منبع و مصدر ذات الٰہی ہی کو سمجھنا چاہئے۔ یہ صفات اسی کا پرتو ہیں اور یہ انعامات اس کی طرف سے ہیں۔ انکے عطا کرنے میں کسی انسان یا فرشتے کو شریک نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

قانون دینے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا انسانیت کے لئے خطرناک ہے، اور اسکے اخلاق کو تباہ کر دینے والا فکر ہے۔ خدا کو مالک الملک مان کر پھر کسی اور کو اس کا شریک نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اسے کسی شریک کی ضرورت نہیں ہے (سبحان اللہ)۔ ملت حنیفہ کا قلب یہ کہتا ہے:

لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ! لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ! اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ گویا اَلْحَمْدُ اور النعمہ اور الملك تینوں صفتیں صرف خدا کی ہیں۔ ان میں اور کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۴۔ هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَالْعَزِيْزُالْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾
(وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا، ٹھیک ٹھیک بنانے والا، صورت دینے والا، اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں، جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔)

کیا کوئی نیا نبی آئے گا؟

اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہوگا؟ کیا کوئی نیا نبی آئے گا جس کا انتظار کرنا چاہئے؟ کیا وہ عالمگیر انقلاب کے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکھاتی اور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے تو کیا دنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی!؟ اگر دنیا میں تبدیلیاں آئیں گی تو ان کے مطابق نئے نظام بھی آنے چاہییں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو نظام لے کر آیا ہے وہ تمام اقوام کے لیے قیامت تک کے لیے کافی ہے۔

الْخَالِقُ ۔ چونکہ اللہ خالق ہے اس لیے نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہیں گی۔ (وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ النحل۔۸) ان سے بڑے بڑے کام جن کو پہلی قومیں نہیں کر سکیں آسان ہو جائیں گے۔ خلق کے معنی ہیں ایک چیز سے دوسری چیز بنانا۔ یہ نظام کائنات اس طرح چل رہا ہے کہ ایک نظام اپنے مابعد نظام کے لیے انڈے کا کام دیتا ہے۔

الْمُصَوِّرُ۔ اللہ تعالیٰ اس مادے کو نئی نئی صورتیں دیتا رہے گا۔

الْبَارِئُ ۔ اور ان میں نئی نئی استعدادیں پیدا کرتا رہے گا۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ ۔ وہ اپنی صفات حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا اس نظام میں کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو نظام آپ کا ہے یہ کافی ہے اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی، اصول انسانیت قرآن حکیم میں منضبط ہو چلے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اور انقلابات پیدا کرتی رہے گی اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے گا۔

نئے نظام کی خوبیان

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور قواعد مسلّمہ کے اندر کام کر رہی ہیں۔ پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دنیا کو دیا ہے، اس نئے نظام کو بے عیب طور پر "انسانیت" دے رہا ہے، اب اسی کے ذریعے سے انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے۔ یہ عزت و حکمت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔